REGD No. L. 5254

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ
عَسٰٓى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا

روزنامہ الفضل ربوہ

یوم چہارشنبہ ۱۴ جمادی الثانی ۱۳۷۶ھ

فی پرچہ ۱ آنہ

جلد ۴۶/۱۱ | ۱۶ صلح ۱۳۳۶ ہش | ۱۶ جنوری ۱۹۵۷ء | نمبر ۱۴

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے متعلق اطلاع

ربوہ ۱۵ جنوری۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے متعلق آج صبح کی اطلاع مظہر ہے کہ

طبیعت بفضلہ تعالیٰ اچھی ہے۔ الحمد للہ

احباب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت و سلامتی اور درازیٔ عمر کے لئے التزام سے دعائیں جاری

حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ کو سپرد خاک کر دیا گیا

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بھی جنازہ کے ہمراہ تشریف لے گئے

جنازہ کو آخیر تک کندھا دیا۔ اور تدفین مکمل ہونے تک وہیں تشریف فرما رہے

ربوہ ۱۴ جنوری۔ آج ساڑھے دس بجے صبح سیدنا حضرت مسیح موعود و المہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ممتاز، قدیمی اور جلیل القدر صحابی جو حضور علیہ السلام کو بیٹوں کی طرح عزیز اور پیارے تھے۔ یعنی حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود اور دیگر ہزارہا احباب جماعت کی پُرسوز دعاؤں کے درمیان مقبرہ بہشتی میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اور اس طرح وہ قیمتی اور بزرگ وجود ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ جس نے زندگی بھر دین کی راہ میں صدق و صفا اور فدائیت کا ایک مثالی نمونہ پیش کر کے یہ ثابت کر دکھایا کہ وہ واقعی اپنے آقا و مطاع کے دیئے ہوئے خطاب "محبِ صادق" کا صحیح معنوں میں مستحق تھا۔ حضرت مفتی صاحبؓ کو اس قطعہ میں دفن کیا گیا۔ جو خاص طور پر صحابہ کبار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے مخصوص ہے۔

جیسا کہ کل شائع ہو چکا ہے۔ حضرت مفتی صاحب کی نماز جنازہ گو کل ۱۳ جنوری کو ہی بعد نماز عصر پڑھی گئی تھی۔ لیکن ان کے بعض عزیزوں اور دیگر احباب کے انتظار کی وجہ سے جنازہ کی تدفین آج صبح عمل میں لائی گئی۔ صبح ہی سے احباب کثیر تعداد میں جمع ہونے شروع ہو گئے تھے۔ جنازہ دفاتر صدر انجمن احمدیہ کے میدان میں رکھ دیا گیا تھا۔ جہاں احباب سلسلہ کے اس ممتاز بزرگ کا آخری دیدار کرتے رہے۔ نو بجے کے قریب جنازہ مسجد مبارک کے بیرونی احاطہ میں لایا گیا۔ جہاں پر ربوہ اور گرد و نواح کی جماعتوں کے احمدی احباب بڑی کثرت کے ساتھ ہزارہا کی تعداد میں جمع ہو چکے تھے۔ تدفین میں حصہ لینے کے لئے مقامی دفاتر مدارس اور کالج بند کر دیئے گئے تھے۔ سوا نو بجے کے قریب جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بھی تشریف لے آئے تو جنازہ اٹھایا گیا۔ افراد خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ صحابہ کرام اور دیگر اکابرین سلسلہ و احباب جماعت کے علاوہ خود حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بھی باوجود کمزوریٔ طبع کے جنازہ کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ اور مسجد مبارک سے لے کر مقبرہ بہشتی تک مسلسل جنازہ کو کندھا دیا مقبرہ بہشتی پہنچنے پر حضور اقدس مزار حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا پر دعا کے لئے تشریف لے گئے۔ اور پھر تدفین مکمل ہونے تک قبر کے قریب ہی تشریف فرما رہے۔ اور حضرت مفتی صاحب کی خدمات دینیہ کا تذکرہ فرماتے رہے۔ حضور نے نعش کو قبر میں اتارنے میں بھی حصہ لیا۔ پھر اپنے دست مبارک سے قبر پر مٹی ڈالی۔ اور بالآخر اجتماعی دعا فرمائی۔ اور اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس "محبِ صادق" کو رخصت فرمایا جس کی آنکھیں اپنے حبیب کا ذکر آتے ہی ڈبڈبا جاتی تھیں اور جو ایسے پُردرد اور دلکش انداز سے "ذکرِ حبیبؑ" کا تذکرہ کرتا تھا کہ سننے والوں پر بھی وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی ٭٭

اخبار احمدیہ

ربوہ ۱۵ جنوری۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مد ظلہ العالی مورخہ ۱۳ جنوری کو حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ میں شرکت کرنے کے بعد اسی روز لاہور واپس تشریف لے گئے تھے۔ دانت میں تا حال تکلیف کی شکایت ہے جس کا علاج ہو رہا ہے نیز اعصابی بے چینی کی تکلیف بھی چل رہی ہے۔ احباب صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

ربوہ ۱۵ جنوری حضرت مرزا شریف احمد صاحب سلمہ ربہ کی طبیعت بفضلہ تعالیٰ اچھی ہے الحمد للہ

ربوہ ۱۵ جنوری۔ محترم نواب محمد عبد اللہ خان صاحب کو کل کھانسی کی بہت تکلیف رہی۔ اسی وجہ سے رات نیند بھی نہیں آئی کمزوری بہت ہے ٹمپریچر ۹۹.۴ ہے۔ احباب صحت کاملہ کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

درخواستِ دعا

ربوہ ۱۵ جنوری۔ محترم مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری بعارضہ انفلوئنزا اتحت، بیمار ہیں احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو شفائے کامل و عاجل عطا کرے آمین

٭٭ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحبؓ کو جنت الفردوس میں بلند سے بلند درجات عطا فرمائے۔ ان کے پسماندگان کا خود حافظ و ناصر ہو۔ ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے اور ان کی خصوصیات کو اپنانے کی توفیق دے۔

آمین اللّٰھم آمین

ایڈیٹر: روشن دین تنویر بی۔ اے۔ ایل ایل بی

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفضل ربوہ سے شائع کیا

روزنامہ الفضل ربوہ

مورخہ ۱۶ جنوری ۱۹۵۷ء

حضرت مفتی محمدؐ صادق صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ

حضرت مفتی محمدؐ صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی وفات ایک عظیم شخصیت کی وفات ہے۔ آپ ان بزرگ اور مقتدر ہستیوں میں سے تھے۔ جو نہ صرف السابقون الاولون کی صف میں شمار ہوتے ہیں۔ بلکہ آپ کی خدمات دینیہ و ملّیہ جو آپ نے اپنی سراپا جوش اور سراپا حرکت زندگی میں سرانجام دی ہیں۔ اتنی وسیع اور اتنی شاندار ہیں، کہ جب تک دنیا قائم ہے۔ اہل دل حضرات ان سے سبق لینا اور ان کا تتبع کرنا سعادت اور کامیابی کے لئے ایک نمونہ خیال کرتے رہیں گے۔

آپ ان سعید اور نیک روحوں میں سے تھے۔ کہ جنہوں نے عنفوانِ شباب ہی میں اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کے سپرد کر دیا تھا۔ اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنی زندگی کا رخ اس منزل کی طرف موڑ دیا تھا۔ جس منزل کی نشاندہی اس زمانہ کے مامور نے کی۔ اس طرح آپ ان لوگوں میں سے ہیں۔ جن کو الٰہی جماعتوں کے مشکل ترین زمانہ یعنی ابتدا میں اللہ تعالیٰ اپنے مامور کی مدد کے لئے خاص طور پر پیدا کرتا ہے۔

آپ اگرچہ ایک عرصہ سے بڑھاپے اور بیماری کی وجہ سے عملی زندگی سے الگ تھے۔ مگر پھر بھی آپ کا وجود ہم جیسے سست رفتار لوگوں کے لئے ایک مشعلِ راہ تھا۔ جبکہ آپ جماعت کے لئے دن رات دعائیں کرتے رہتے تھے۔ جن کی برکات ہم محسوس کرتے ہیں۔ اور گو وہ ہم سے بظاہر ہمیشہ کے لئے رخصت ہو چکے ہیں۔ اور آپ کا تنِ خاکی تہِ خاک پوشیدہ ہو گیا ہے۔ مگر آپ یقیناً جماعت کے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ اور آنے والی نسلیں بھی انشاء اللہ آپ کو کبھی فروگذاشت نہیں کریں گی۔ اور جب تک سلسلہ احمدیہ قائم رہے گا۔ جو انشاء اللہ قیامت تک قائم رہے گا۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اولین ہاتھ بٹانے والے صحابہ میں حضرت مفتی محمدؐ صادق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام بھی پوری چمک کے ساتھ روشن رہیگا۔

ہم غمگین مگر صدق دل کے ساتھ آپ کو الوداع کہتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ سے دعا کرتے ہیں۔ کہ آپ کو اپنے خاص الخاص قرب میں جگہ عطا فرمائے۔ اور آپ کے مراتب روز افزوں کرے۔ اور آپ کی اہلیہ اور بچوں کو صبرِ جمیل دے اور ان کا محافظ ہو۔ اور ہمیں بھی آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین

پاکستان اور اسلام کے مفاد کے پیشِ نظر

جب سے جڑانوالہ کی مسجد کا واقعہ ہوا ہے۔ اہلحدیث کے ہفت روزہ الاعتصام میں اتحاد اور پاکستان کی سالمیت کے متعلق بڑی اچھی اچھی باتیں لکھی جا رہی ہیں۔ چنانچہ ۱۱ جنوری ۱۹۵۷ء کی اشاعت میں ایک سے زیادہ مضامین اس موضوع پر شائع کئے گئے ہیں۔ ۱۱ جنوری کی اشاعت میں پہلے صفحہ پر مدیر محترم نے ایک اچھا ناصحانہ مقالہ سپردِ قلم فرمایا ہے۔ سوائے ایک بات کے جس کا ذکر ہم ابھی کریں گے۔ ہم جہاں تک اصولی [illegible] کا تعلق ہے۔ معاصر سے متفق ہیں۔ اور اس کی پرزور تائید کرتے ہیں چنانچہ آپ [illegible] لکھتے ہیں:

[illegible] ملک کے خواص و عام متفق ہو کر ہیں۔ اور بلا امتیاز مذہب و مسلک تمام جماعتیں خلوص سے پاکستان کی خدمت کریں۔ کیونکہ پاکستان کئی قسم کی داخلی اور خارجی مشکلات میں محصور ہے۔ ان سے اس کو نکالنے کے لئے حکومت کی کوششیں بھی ضروری ہیں۔ اور عوام کی بھی۔"

[illegible] کے بعد مدیر محترم نے پاکستان کی مشکلات کا کچھ ذکر فرمایا ہے۔ اور بتایا ہے کہ کس طرح ملک میں بری خصلتیں اور بد اخلاقیاں نشوونما پا رہی ہیں۔ پھر پاکستان بعض سیاسی لایخل عقدوں اور اقتصادی پستی سے دوچار ہے۔ اور بین الاقوامی حالات بھی غیر مطمئن ہیں۔

اس کے بعد معاصر لکھتا ہے کہ:۔

"ظاہر ہے کہ یہ صورتِ حال نہایت حیران کن ہے۔" اور اس کا سدّباب کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

معاصر کو معلوم ہے۔ کہ الفضل شروع ہی سے یہ باتیں کہتا آیا ہے۔ اور اس نے ہر پہلو سے ملک و قوم کے بہی خواہوں اور خاصکر اہلِ علم حضرات کی توجہ اس طرف دلانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہماری بات کو صدا بصحرا سمجھ کر خود معاصر بھی اور اہلِ حدیث حضرات [illegible] بھی کان نہیں دھرا۔ لیکن آج جب انہیں اپنا معاملہ پڑا ہے۔ تو مجبوراً انہیں ان باتوں کی نہ صرف تصدیق کرنی پڑی ہے۔ بلکہ اس پر زور دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کر رہا۔

ہمارا خدا جانتا ہے کہ ہم یہ طعن و تشنیع کے لئے نہیں کہہ رہے۔ بلکہ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ کہ اس نے ایک ایسی جماعت کو جو علم دین میں اپنے طور پر اب بھی خاصی وقعت رکھتی ہے۔ اور جس کی ابتداء اور ماضی دین کے لحاظ سے واقعی نہایت شاندار تھا۔ اس جماعت نے اب ذاتی تجربات اور مشاہدات سے اس حقیقت کو سمجھ لیا ہے۔ جس کی طرف ہم اہلِ علم حضرات کی توجہ شروع سے دلاتے چلے آئے ہیں۔

غور کرنا چاہیئے۔ کہ پاکستان میں اسلام کے مختلف فرقے موجود ہیں۔ جن میں سے ہر ایک صرف اپنے آپ کو ہی راستی پر سمجھتا ہے۔ ایسے ملک میں عقائدی اختلافات کی بناء پر کوئی تحریک چلانا کتنا خطرناک ہے۔ خواہ ایسی تحریک متحد ہو کر ایک ہی فرقہ کے خلاف کیوں نہ اٹھائی جائے۔ خواہ وہ فرقہ کتنا ہی بظاہر کمزور کیوں نہ نظر آتا ہو۔ ہر فرقہ کے اہلِ علم حضرات کو یہ سوچنا چاہیئے۔ کہ یہ سانپوں کی پٹاری کا منہ کھولنا ہے۔ جب وہ ایک دفعہ کھل جائے گا۔ اور اس کو جلدی سے ڈھانکا نہیں جائے گا۔ تو ہر قسم کا زہریلا سانپ جو پٹاری میں بند ہے۔ ڈسنے کے لئے باہر اچھل پڑیگا۔

اس کا علاج جیسا کہ ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں۔ یہ ہے کہ سرے سے اس پٹاری کا منہ کھولا ہی نہ جائے۔ بلکہ اس کو اس طرح بند کر دیا جائے۔ کہ پھر کھل ہی نہ سکے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ پٹاری کا منہ تو ایک فرقہ کے لئے کھلا رکھا جائے۔ اور دوسرے فرقے محفوظ ہو جائیں۔ ہم نے پہلے بھی کئی بار عرض کیا ہے۔ کہ اگر پاکستان سے آپ کو محبت ہے۔ جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے۔ تو اس میں اسلام کے عظیم الشان اصول لا اکراہ فی الدین پر سب سے پہلے عمل کر کے دکھایئے۔ کوئی دین اپنی شان نہیں دکھا سکتا۔ جب تک اس کو امن کی فضا نہ میسر ہو۔ افسوس ہے۔ کہ اسلام کی ابتدائی تاریخ کو اچھی طرح جانتے ہوئے بھی دیدہ و دانستہ اسے نظرانداز کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم گواہ ہے۔ کہ یہی عظیم اصول تھا۔ جس کو منوانے کے لئے ناچار تلوار اٹھانی پڑی۔ پھر تاریخ کو دیکھئے۔ صلح حدیبیہ کے بعد جو فروغ اسلام کو حاصل ہوا۔ وہ اس سے پہلے نہیں ہوا۔ صلح حدیبیہ کا یہ فائدہ ہوا۔ کہ عارضی طور پر ہی سہی کفار عناد ایک طرح لا اکراہ فی الدین کے اصول کو مان گئے۔ اسلام کو موقع مل گیا۔ کہ وہ کھلم کھلا تمام عرب کے قبائل کو پہنچایا جا سکے۔ چنانچہ آپ دیکھتے ہیں۔ کہ یہی زمانہ ہے۔ جب لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئے۔ اور سارے ملک میں اسلام ہی اسلام پھیل گیا۔

ہم نے اسلام کا یہ عظیم الشان اصول بار بار پاکستان کے مسلمانوں کے سامنے پیش کیا ہے۔ اور درخواست کی ہے۔ کہ تمام فرقوں کے اہلِ علم حضرات اس اصول پر سوچیں اور اس کے مقتضیات کو اپنے اعمال کے آئینہ میں دکھائیں۔ لیکن افسوس ہے جیسا کہ ہم نے اوپر کہا ہے۔ خود الاعتصام نے ہمارا مضحکہ اڑانے کی کوشش کی ہے۔ اور ہماری نیتوں پر تنقید کی ہے۔ وہ شاید یہ سمجھتا تھا۔ کہ ہم یہ صرف اس لئے کہہ رہے ہیں۔ کہ احمدیت کے خلاف ایجیٹیشن رک جائے۔ گویا یہ ایجیٹیشن پاکستان کی سالمیت اور ملک کی بہبودی کے لئے لازمی ہے۔ مگر سچی بات یہ ہے کہ ہم یہ محض پاکستان اور اسلام کی محبت کی وجہ سے کہتے رہے ہیں۔ کہتے ہیں اور جب تک ہمارے دم میں دم ہے۔ کہتے چلے جائیں گے۔ چار چھوٹے چھوٹے لفظوں میں امن عالم کا یہ چارٹر

لا اکراہ فی الدین

ایسا ہے۔ جس کی نظیر تاریخ انسانی نہیں پیش کر سکتی۔ اور نہ کبھی کر سکے گی۔ آج اگر تمام اقوام عالم ان الفاظ کو اپنے دلوں پر کندہ کر لیں۔ تو دنیا کی تباہی کا خطرہ

(باقی صفحہ ۸ پر)

اسلام کے متعلق یورپ اور امریکہ سے شائع ہونیوالی نئی کتابیں ایک جدید رجحان کی آئینہ دار ہیں

یہ جدید رجحان اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ مغرب میں اسلام کے متعلق دلچسپی بڑھ رہی ہے

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر محترم چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب بالقابہ کی ایمان افروز تقریر

۲

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ۲۸ دسمبر ۱۹۵۶ء کو صبح کے اجلاس میں محترم چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب بالقابہ نے "مغرب کی اسلام میں بڑھتی ہوئی دلچسپی" کے موضوع پر جو تقریر ارشاد فرمائی تھی۔ اس کے تفصیلی خلاصے کا ایک حصہ ۱۵ جنوری ۱۹۵۷ء کے الفضل میں شائع ہو چکا ہے۔ خلاصے کا دوسرا حصہ ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔

اسلام میں دلچسپی کا واقعاتی ثبوت

اب میں بعض مثالیں دیتا ہوں۔ جو اس امر کی آئینہ دار ہیں کہ ہمارا یہ تاثر کہ مغرب میں اسلام کے متعلق دلچسپی بڑھ رہی ہے صحیح ہے اور واقعات پر مبنی ہے۔

اہل یورپ کی سابقہ روش — پہلے مستشرقین کا جو طبقہ تھا وہ الا ماشاء اللہ ایک دو کے سوا اسلام کے بارے میں مخالفت اور عناد کا رنگ رکھتا تھا وہ اعتراض کرنے کے لئے اسلام کا مطالعہ کرتے تھے ہرچند کہ انہوں نے جب بھی قلم اٹھایا مخالفت کے ارادے سے ہی اٹھایا۔ تاہم انہوں نے مخالفانہ جذبہ کے باوجود کچھ نہ کچھ خدمت بھی کی مثلاً سیل ایک پادری گزرے ہیں۔ انہوں نے ایسے وقت میں قرآن مجید کا انگریزی میں ترجمہ کیا کہ جب کوئی اور انگریزی ترجمہ موجود نہیں تھا۔ ترجمہ کرنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ دکھائیں کہ قرآن کوئی قابل التفات کتاب نہیں ہے۔ لیکن کہیں نہ کہیں ان کی قلم سے اسلام کی کسی نہ کسی خوبی کا ذکر ہونا بھی لازمی تھا آدمی لاکھ مخالفت کی نیت سے کتاب لکھے۔ لیکن چاروناچار کسی نہ کسی جگہ ایک آدھ خوبی کا اعتراف ہو ہی جاتا ہے۔ چنانچہ ان کے ہاں بھی بعض ایسی مثالیں ملتی ہیں۔ جو بعض لوگوں کے لئے ہدایت کا موجب بنیں۔

مستشرقین کے علاوہ پادریوں کی طرف سے جو لٹریچر شائع کیا جاتا تھا وہ بھی معاندانہ ہوتا تھا اور مقصد یہ دکھانا ہوتا تھا۔ کہ گویا اسلام میں کوئی خوبی نہیں ہے۔ اور اگر ہے بھی تو وہ عیسائیت میں پہلے سے موجود ہے۔ اس لئے دنیا کو عیسائیت کی طرف ہی توجہ کرنی چاہیئے نہ کہ اسلام کی طرف۔

محققانہ روش کی طرف پہلا قدم — ایک عرصہ تک اسی رنگ ڈھنگ کا لٹریچر شائع ہوتا رہا۔ لیکن بالآخر ایک ایسا وقت آیا۔ کہ ان میں کچھ تبدیلی پیدا ہونی شروع ہوئی۔ ہماری طالب علمی کے زمانہ سے لیکر ابھی حال کے زمانہ تک پہلی تبدیلی تو یہ دیکھنے میں آئی۔ کہ انہوں نے نسبتاً تحقیقی رنگ اختیار کرنا شروع کیا۔ جو رفتہ رفتہ نمایاں ہوتا گیا پہلے تو ایسی ایسی باتیں کرتے تھے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک میں ایک تابوت جس میں آپ کا جسد اطہر رکھا ہوا ہے بغیر کسی سہارے کے ہوا میں معلق لٹک رہا ہے۔ حالانکہ یہ بات سراسر غلط اور بالکل خلاف واقعہ ہے۔ خود ہی یہ معجزہ گھڑا اور خود ہی اس کا جواب بھی لکھ دیا۔ یعنی یہ کہ دراصل وہ تابوت سیسے کا بنا ہوا ہے اور کمرے کی دیواروں چھت اور فرش میں ایک خاص انداز کے مطابق مقناطیس اس طرح لگا ہوا ہے۔ کہ جس کی متوازن کشش سے وہ تابوت بغیر کسی سہارے کے ہوا میں معلق ہے۔ یا پھر یہ لکھ دیا کہ محمدؐ کے پاس روح القدس کبوتر کی شکل میں آتا تھا۔ لیکن دراصل وہ روح القدس نہ ہوتا تھا۔ بلکہ محمدؐ نے ایک کبوتر پالا ہوا تھا اور اسے خوب اچھی طرح سدھا رکھا تھا۔ اپنے کان کی کنوتی میں وہ جو کے دانے ڈال لیتے تھے۔ کبوتر آکر ان کے شانے پر بیٹھ جاتا تھا۔ اور کان کی کنوتی میں سے دانے کھاتا رہتا تھا۔ اور لوگ سمجھتے تھے۔ کہ روح القدس وحی لے کر کبوتر کی شکل میں نازل ہوتا ہے اور وہ آہستہ آہستہ کان میں کچھ کہہ رہا ہے۔ آخران لوگوں نے اس قسم کی بے سروپا باتوں کو جنہیں وہ خود ہی گھڑتے تھے چھوڑا اور اس خیال سے چھوڑا کہ مسلمان ان پر برا مناتے ہیں۔ اور ان سے کچھ فائدہ ہونے کی بجائے الٹا نقصان ہوتا ہے۔ ایسی باتوں کی بجائے انہوں نے زیادہ تحقیقی باتوں کی طرف توجہ دینی شروع کی۔ لیکن وہ تحقیق انہی باتوں کی کرتے تھے۔ جن پر وہ اعتراض کرنا چاہتے تھے۔ انہیں یہ ایک کرنے میں انہیں خود مسلمانوں ہی کی بعض کتابوں سے مدد ملی۔ اور انہوں نے ان سے خوب فائدہ اٹھایا۔

محققانہ روش کی طرف دوسرا قدم — اس کے بعد ایک اور تبدیلی دیکھنے میں آئی۔ اور وہ یہ کہ ان میں سے بعض لوگوں نے براہ راست مخالفت ترک کر کے اسلام کی خوبیوں پر زور دینا شروع کیا۔ لیکن خوبیوں کا یہ اعتراف عیسائیت پر ترجیح کے رنگ میں نہیں تھا۔ بلکہ یہ دکھانے کے لئے تھا کہ بے شک اسلام میں خوبیاں ہیں۔ تاہم وہ عیسائیت کے مقابلہ میں پیش نہیں کی جا سکتیں۔

نمایاں تبدیلی کے واضح آثار

یہ اسلوب ایک عرصہ تک جاری رہا اور کہیں کہیں اس کی مثالیں اب بھی ملتی ہیں۔ لیکن مستشرقین اور عام علمی حلقوں میں ایک طبقہ اب پیدا ہو چکا ہے کہ اسلام کے متعلق جس کا رویہ نہ صرف یہ کہ مخالفانہ ہی نہیں بلکہ ہمدردانہ بھی ہے۔

مثلاً ہملٹن گب (H.A.R Gibb) ایک مشہور مستشرق ہیں وہ آجکل ہارورڈ یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں ان کے موقف میں بھی تبدیلی پیدا ہوئی ہے۔ انہوں نے "Mohammedanism" کے نام سے ایک چھوٹی سی کتاب لکھی ہے جس میں انہوں نے نسبتاً زیادہ ہمدردانہ موقف اختیار کیا ہے۔ اگرچہ ان کی کتاب کا نام "محمڈن ازم" ہے۔ لیکن اب وہ لوگ بھی محسوس کر رہے ہیں کہ اسلام کی بجائے اس نام کا استعمال درست نہیں ہے۔ کیونکہ مسلمان اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ چنانچہ خود مسٹر گب نے بھی اپنی کتاب میں اس امر کا ذکر کیا ہے کہ مسلمان "محمڈن" اور "محمڈن ازم" کے الفاظ کو پسند نہیں کرتے۔ اور ان کا اصرار ہے کہ ان کے مذہب کو "اسلام" کے نام سے ہی یاد کیا جائے۔ انہوں نے خود اس کی وجہ بھی بیان کی ہے۔

دوسری مثال — مسٹر ہملٹن گب کے مذکورہ بالا کتابچہ کے علاوہ اس سلسلہ میں جو دوسری مثال پیش کرنا چاہتا ہوں وہ منٹگمری واٹ Montgomery Watt کی ہے وہ ایڈنبرا میں پروفیسر ہیں۔ انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر دو کتب شائع کی ہیں۔ پہلی کتاب کا نام ہے "محمد ان مکہ" Mohammed in Mecca اور دوسری کتاب کا نام جو حال ہی میں شائع ہوئی ہے "محمد ان مدینہ" (Mohammed in Medina) ہے یہ دونوں کتابیں پہلی کتابوں کی نسبت زیادہ محققانہ اور زیادہ ہمدردانہ طور پر لکھی گئی ہیں۔ بالخصوص دوسری کتاب کے موقف میں تبدیلی زیادہ نمایاں ہے عام طور پر مؤرخ دانوں کی طرف سے حضورؐ کی مدنی زندگی پر زیادہ اعتراض نہیں کیا جاتا۔ اعتراضات زیادہ تر مدنی زندگی پر کئے جاتے ہیں۔ یعنی یہ کہ جنگیں کیں دوسروں پر حملے کئے اور بہت سی شادیاں کیں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن منٹگمری واٹ نے اپنی کتاب کی دوسری جلد میں خاص طور پر مدنی زندگی کے متعلق زیادہ ہمدردانہ موقف اختیار کیا ہے یہ امر اہل مغرب کے موقف میں ایک نمایاں اور واضح تبدیلی پر دلالت کرتا ہے۔

اس کتاب کی ایک خاص بات یہ ہے۔ کہ بعض وہ اعتراضات جو خود مسلمانوں کی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے یا تو ان اعتراضات کو رد کیا ہے۔ یا پھر لکھا ہے۔ کہ جن شہادتوں پر ان اعتراضات کی بنیاد ہے۔ وہ شہادتیں قابل اعتماد نہیں ہیں۔ یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ یہ لوگ اب زیادہ دیانتداری سے تحقیق کرتے ہیں۔ اور خود اعتراضات کا رد پیش کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے۔ کتاب کے آخر میں انہوں نے باقاعدہ اعتراضات کا ایک علیحدہ باب باندھا ہے۔ اس میں انہوں نے خود اسلام پر اعتراضات نہیں کئے ہیں۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اسلام کے خلاف بالعموم جو اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ ان کے جواب دیئے ہیں۔ مثلاً حضرت زینب والا واقعہ ہے۔ اس کو انہوں نے غلط قرار دیا ہے۔ اور باقاعدہ تجزیہ کر کے اس امر کی دلیلیں دی ہیں۔ کہ یہ واقعہ کیوں قابل قبول نہیں ہے۔

اس کتاب میں آخری بات جو انہوں نے لکھی ہے۔ وہ بہت اہم ہے۔ تمام باتوں کا نتیجہ نکالنے کے بعد انہوں نے لکھا ہے کہ اب یہ بات باقی رہ جاتی ہے۔ کہ آیا اس وقت اسلام دنیا کے لئے ہدایت کا موجب بن سکتا ہے؟ اس کے جواب میں وہ لکھتے ہیں۔ یہ بات ہمارے کہنے کی نہیں۔ بلکہ مسلمانوں کے کرنے کی ہے۔ اگر مسلمان یہ بات دکھا دیں۔ کہ فی الواقعہ موجودہ زمانے میں بھی اسلام کی تعلیم قابل عمل ہے۔ اور دنیا اس پر عمل پیرا ہو کر ہدایت پا سکتی ہے۔ تو ہمیں اس تعلیم کو ہمدردانہ طور پر قبول کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ کارلائل وغیرہ کو چھوڑ کر سیل کے وقت سے اکثر مستشرقین اور مغرب کے اہل قلم اسلام کے خلاف تھے۔ اب یہ حالت پیدا ہوئی ہے۔ کہ وہ کھلے بندوں اسلام کی خوبیوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ البتہ انہوں نے بار ثبوت ہم پر ڈالا ہے۔ کہ ہم اس تعلیم پر عمل پیرا ہو کر اس کا قابل عمل ہونا ثابت کریں۔ مسٹر منٹگمری واٹ قریب قریب اس بات پر پہنچے ہیں۔ کہ محمدؐ نہ غلطی خوردہ تھے۔ اور نہ مفتری تھے۔ جب خود ان کے قول کے مطابق وہ نہ غلطی خوردہ تھے۔ اور نہ مفتری۔ تو نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے منجانب اللہ ہونے کی تصدیق کرتے ہیں۔

دوسری مثال:۔ اے۔ جے۔ آربری (A. J. Arberry) کی ہے۔ وہ کیمبرج میں عربی کے پروفیسر ہیں۔ انہوں نے بہت سے تراجم بھی کئے ہیں۔ مثلاً ڈاکٹر اقبال کی نظموں کا ترجمہ کیا ہے۔ عمر خیام کی رباعیات کا ترجمہ کیا ہے۔ ہمارے انگریزی ترجمۂ قرآن پر نظر ثانی میں بھی انہوں نے مدد دی تھی۔ انہوں نے ایک چھوٹی سی کتاب شائع کی ہے۔ جو قرآن مجید کی بعض سورتوں کے انگریزی ترجمہ پر مشتمل ہے۔ میں نے جب وہ کتاب دیکھی۔ تو مجھ پر بہت اثر ہوا۔ آیات کا ترجمہ بہت اچھا تھا۔ میں نے محسوس کیا، کہ انہوں نے ہمدردی سے بڑھ کر عشق کے رنگ میں ترجمہ کیا ہے۔ اس کتاب کے مقدمہ میں انہوں نے قرآن مجید کے مختلف پہلوؤں کی تعریف کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے۔ کہ بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں۔ کہ عبارت کے لحاظ سے چھوٹی سورتوں کی شان احکام والی بڑی سورتوں سے بہت بڑھی ہوئی ہے۔ یہ غلط ہے حقیقت یہ ہے۔ کہ قرآن مجید کی ساری عبارت ہی ولولہ پیدا کرنے والی ہے۔ نیز مزید لکھا کہ میں مسلمان نہیں ہوں۔ اور نہ کبھی ہوں گا۔ پھر بھی قرآن کے متعلق یہ میرا تاثر ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے کتاب کے مقدمہ میں اسی خیال کا بھی اظہار کیا۔ کہ اگر میرے اس ترجمہ کو پسند کیا گیا۔ تو ممکن ہے کہ میں سارے قرآن کا بھی ترجمہ شائع کروں۔

پچھلے سے پچھلے سال میں امریکہ جاتے ہوئے انگلستان میں ٹھہرا۔ وقت نکال کر کیمبرج گیا۔ اور وہاں ان سے ملا۔ میں نے کہا۔ آپ نے قرآن مجید کی سورتوں کا جو انتخاب شائع کیا ہے۔ میں نے اسے محبت کی نگاہ سے پڑھا ہے۔ جہاں تک ترجمہ کی قبولیت کا تعلق ہے۔ اس کی قبولیت کا ایک ثبوت تو میں ہوں۔ کہ وقت نکال کر آپ کے پاس آیا ہوں۔ تاکہ اولین فرصت میں کہہ سکوں کہ آپ سارے قرآن مجید کا ترجمہ کریں۔ دوران گفتگو میں میں نے ان سے یہ بھی کہا۔ آپ نے لکھا ہے "نہ میں مسلمان ہوں۔ اور نہ کبھی ہوں گا۔ اس کے باوجود قرآن کے متعلق یہ میرا تاثر ہے"۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ آپ مسلمان نہیں ہیں۔ لیکن آپ یہ کیوں کہتے ہیں۔ کہ "نہ کبھی ہوں گا"۔ وہ نسبتاً سادہ آدمی ہیں۔ اپنی لیاقت پر فخر نہیں کرتے میرے اس سوال پر کچھ خاموش سے ہو گئے۔ اور چہرے پر سرخی کی ایک جھلک سی آ گئی۔ میں نے کہا۔ میں آپ کو بتاتا ہوں۔ کہ آپ نے یہ کیوں لکھا۔ دراصل آپ کے دل میں یہ خیال ہے۔ کہ میں کبھی مسلمان ہو جاؤں گا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل کے راستے میں دیدہ دانستہ روک حائل کر رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا فضل کبھی ہو ہی جائے۔ اور وہ آپ کا دل کھول دے۔

امریکی مصنفین کے نقطۂ نظر میں تبدیلی

اب میں دو مثالیں امریکہ سے دیتا ہوں۔ ڈاکٹر زویمر (Dr. S.M. Zwemer) کا نام آپ نے سنا ہوگا۔ وہ پادری تھے۔ اور اسلام کے بڑے مخالف تھے۔ ایک زمانہ میں قادیان بھی آئے تھے۔ ہارٹ فرڈ میں ایک بہت بڑا ادارہ ہے۔ جس میں منتخب نوجوانوں کو اس غرض سے تربیت دی جاتی ہے۔ کہ وہ بڑے ہو کر کامیاب پادری بن سکیں۔ اس ادارے میں ان کا بڑا حصہ تھا۔ علاوہ ازیں وہ عیسائیوں کے مشہور رسالے "مسلم ورلڈ" (Muslim World) کے ایڈیٹر تھے۔ اور اسلام کے متعلق بہت مخالفانہ مضامین لکھتے تھے۔ وہ اب فوت ہو چکے ہیں۔ اور اس رسالہ کے ایڈیٹر ایک اور مشہور پادری ڈاکٹر کنتھ کریگ (Dr. Kenneth Cragg) ہیں۔ انہوں نے حال ہی میں ایک کتاب (The Call of the Minaret) لکھی ہے۔ یعنی "منارہ کی اذان"۔ انہوں نے اس کتاب میں اذان کے الفاظ کو لے کر اسلام کے بنیادی اصولوں کو واضح کیا ہے۔ مثلاً اللہ اکبر کو لے کر ہستی باری تعالیٰ اور توحید سے متعلق اسلامی تعلیم پیش کی ہے۔ "اشہد ان محمد الرسول اللہ" کے تحت نبوت۔ رسالت اور قرآن مجید کا ذکر کیا ہے۔ حی علی الصلوٰۃ کو لے کر اس کے تحت تمام عبادات نماز روزہ حج اور زکوٰۃ وغیرہ پر روشنی ڈالی ہے۔ اور حی علی الفلاح کو لے کر اسلامی تعلیم کے تمدنی اور معاشرتی حصے کو بیان کیا ہے۔ ظاہر ہے یہ ایک پادری کی لکھی ہوئی کتاب ہے۔ اور ایک ایسے ادارے کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔ جو اسلام کے خلاف ہے۔ اس کے باوجود انہوں نے یہاں تک احتیاط کی ہے۔ کہ جس بات یا واقعہ کے متعلق دو روایتیں موجود ہیں۔ ان میں سے انہوں نے بہتر روایت کو لیا ہے۔ یہ ہمدردی کا ہی نہیں بلکہ ان کی دیانت کا بھی ثبوت ہے۔ کتاب میں بعض ایسی چیزیں بھی آ گئی ہیں۔ جو از روئے اسلام درست نہیں ہیں۔ لیکن جمہور مسلمان ان کو مانتے ہیں۔ مثلاً انہوں نے ناسخ منسوخ کی طرف بھی خفیف اشارہ کیا ہے۔

کتاب کا دوسرا حصہ اس امر سے متعلق ہے۔ کہ عیسائی دنیا کو اسلام سے کس طرح اور کس رنگ میں تعلق قائم کرنا چاہیئے۔ منہ سے انہوں نے بھی یہ بات نہیں کہی۔ کہ ہم محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو سچا رسول مانتے ہیں۔ لیکن احترام کو پوری طرح مدنظر رکھا ہے۔ ساری کتاب میں کہیں ایک اشارہ بھی ایسا نہیں ملتا۔ کہ جو احترام کے منافی ہو۔ انہوں نے مسلمان کی جگہ پر اپنے آپ کو قائم کر کے اسلام کو پیش کیا ہے۔ اور دیانتدارانہ طریق پر پیش کیا ہے اور لکھا ہے۔ کہ اگر ہم اسلام کو دیکھتے ہیں۔ تو ہمارا یہ فرض ہونا چاہیئے۔ کہ ہم اسے ایک مسلمان کی حیثیت سے دیکھیں۔ اور اس طرح دیکھیں جس طرح ایک مسلمان اسلام کو دیکھتا ہے۔ اگرچہ انہوں نے اپنی قلم سے یہ کہیں نہیں لکھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سچے رسول ہیں۔ اس کے باوجود جو بھی کتاب کے پہلے حصے کو پڑھیگا۔ وہ اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) خدا تعالیٰ کے سچے نبی اور رسول تھے۔ لیکن جب وہ کتاب کے دوسرے حصہ کو پڑھے گا۔ تو وہ ایک قسم کی الجھن میں پڑے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس حصہ کو پڑھ کر انسان گورکھ دھندے میں پھنس جاتا ہے۔ اور طبعاً سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب اسلام اور بانیٔ اسلامؐ میں اتنی خوبیاں ہیں۔ تو پھر عیسائیت کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔

میں نے اس کتاب پر ریویو لکھا ہے۔ اس میں میں نے کتاب کی تعریف کرتے ہوئے اس امر کو پیش کیا ہے۔ کہ اگر اسلام کے متعلق دوسرے مذاہب والوں کی approach یہ ہو تو پھر اچھی فضا پیدا ہو سکتی ہے۔ البتہ ریویو میں میں نے ایک اور امر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ کتاب میں ایک بات کی کمی رہ گئی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے اسلام کو تو صحیح اور اچھے رنگ میں پیش کیا ہے۔ لیکن یہ نہیں بتایا۔ کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور عیسیٰؑ کا باہم کیا تعلق بنتا ہے۔ اس بارے میں ہمارا تو موقف صاف ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی خدا تعالیٰ کے سچے اور راستباز نبی تھے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق ان الفاظ میں پیشگوئی کی تھی:۔

مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر تم ابھی ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی روح الامین آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔

لیکن انہوں نے مسٹر کینتھ کریگ نے نہیں بتایا کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کیا سمجھتے ہیں۔ اگر دونوں کو راستباز سمجھتے ہیں تو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو حضرت عیسےٰؑ کے بعد مبعوث ہوئے ہیں پھر دونوں کا تعلق کیا ہوگا۔ اور اگر ان کا موقف یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سچا نہیں مانتے تو پھر اسلام کے متعلق ان کی Approach کی ساری بنیاد ختم ہو جاتی ہے۔

اسلام کے متعلق اطالیہ کی ایک خاتون مصنف کا نقطہ نظر

اسلام کے متعلق اطالوی زبان میں بھی ایک کتاب شائع ہوئی ہے۔ جس کا انگریزی ترجمہ اب امریکہ میں کیا گیا ہے نیز فرانسیسی زبان میں بھی اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ خیال ہے کہ جنوری یا فروری ۱۹۵۷ء میں اس کا انگریزی ترجمہ کتابی شکل میں شائع ہو جائے گا۔ اس کا پیش لفظ میں نے لکھا ہے۔ یہ کتاب ایک اطالوی خاتون پروفیسر واگ لیئری (Professor Vaglieri) کی لکھی ہوئی ہے وہ نیپلز یونیورسٹی میں عربی اور اسلامی تہذیب کی پروفیسر ہیں۔ اطالوی زبان میں اس کتاب کا نام Apology of Islam ہے۔ لاطینی زبان میں Apology کے معنی ہوتے ہیں Justification (جواز) اس لئے انگریزی میں جب یہ کتاب شائع ہوگی تو اس کا نام غالباً Justification of Islam یا An Interpretation of Islam ہوگا۔ اس کا ترجمہ بھی ایک اطالوی پروفیسر ڈاکٹر الڈو کسیلی (Dr. Aldo Caselli) نے کیا ہے جو آجکل امریکہ کے Haverford College میں پڑھاتے ہیں۔ انہوں نے مجھے اپنے ہاں دعوت دی۔ دو دن میں ان کا مہمان رہا اور اس عرصہ میں انہوں نے میری تیرہ تقریریں کرائیں۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ اکثر لوگ مجھ سے اسلام کے متعلق پوچھتے رہتے ہیں اسلئے میں نے یہ ترجمہ کیا ہے تاکہ لوگ اس کا مطالعہ کر کے اسلام کے متعلق واقفیت حاصل کر سکیں۔ یہ کتاب بڑے سائز کے ۶۲ صفحوں پر مشتمل ہے۔ اس میں پروفیسر واگ لیئری نے مختصر مگر جامع طور پر بیان کیا ہے کہ اسلام یوں وجود میں آیا اور ابتدائی مشکلات کے باوجود یوں پھیلتا چلا گیا۔ یہ سب کچھ اسلئے ہوا کہ یہ خدا کی طرف سے ایک ہدایت تھی جو محمدؐ پر نازل ہوئی۔ پھر لکھا ہے کہ مسلمانوں پر انحطاط کا دور اسلئے آیا کہ انہوں نے قرآن کو چھوڑ دیا آخری پیراگراف خاص طور پر اہم ہے۔ اس میں وہ لکھتی ہیں کہ اب بھی مسلمان اسی چشمہ صافی کی طرف جسے اللہ نے خود جاری کیا اور جسے مرور زمانہ کے باوجود کوئی دشمن گندا نہیں کر سکا۔ پھر عود کریں اور اسی سے پھر سیر ہو کر پئیں تب جا کر وہ دنیا میں دوبارہ ترقی کریں گے (نعرہ ہائے تکبیر)

میں نے اس کتاب کو پڑھا۔ تو میری طبیعت پر اس کا ایک خاص اثر ہوا۔ اس کے بعد میرے میزبان نے مجھے دیکھ کر کہا تم آج کچھ مغموم معلوم ہوتے ہو۔ میں نے کہا آج میں اس کتاب کو پڑھ کر روتا رہا ہوں۔ اس میں بعض واقعات عشق کے ایک ایسے جذبے کے ساتھ لکھے ہوئے ہیں کہ جس سے میں متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔

انہوں نے صاف لکھا ہے کہ محمدؐ خدا کے سچے نبی تھے۔ اور یہ لکھنے کے بعد ایک بڑی لطیف بات کہی ہے۔ وہ لکھتی ہیں کہ یہ ماننا پڑتا ہے کہ قرآن اور حدیث کی زبان ایک جیسی نہیں ہے۔ محمدؐ نے ساری عمر میں ایک ہی شعر کہا تھا اور اس کے نزدیک شعریت کی بو بھی نہیں پھٹکی بھلا ایسا شخص خود سارا قرآن کیسے لکھ سکتا تھا۔ اس سے انہوں نے یہ استنباط کیا ہے کہ قرآن فی الحقیقت خدا ہی کی طرف سے ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کی زندگی قرآن کا عملی نمونہ تھی۔

اس کے باوجود اگر لوگ یہ کہتے ہیں کہ تم لوگ محض سجع سازی کے طور پر یونہی کہہ دیتے ہو ورنہ اسلام کے متعلق مغرب میں کوئی دلچسپی نہیں بڑھ رہی۔ تو سوائے اس کے اور کیا سمجھا جائے کہ وہ دل میں شرمندہ ہیں کہ وہ خود تو اس ہدایت کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ لیکن اب دوسرے لوگ جو پہلے اس کے مخالف تھے اس میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ اور اس کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ (باقی)

زکوٰۃ کی ادائیگی اموال کو بڑھاتی ہے اور تزکیۂ نفس کرتی۔

یورپ میں جماعت احمدیہ کے مبلغین ٹھوس تبلیغی کام کر رہے ہیں (پیغام صلح)

کیا غیر مبایعین خود اپنے اعتراف حقیقت سے بھی اب انکار کر دینگے

از مکرم عبدالحق صاحب امرتسری نیم مطبوعہ

اس دفعہ مجھے غیر مبایعین کا جلسہ دیکھنے کا موقع ملا۔ اس میں شیخ فاروق احمد صاحب نے ایک ٹریکٹ بعنوان "فنانشل بورڈ کی رپورٹ کارگزاری بابت سال ۱۹۵۶ء" پڑھ کر سنایا اس میں وہ لکھتے ہیں:۔

"اس میں شک نہیں کہ قادیان کی جماعت نے بھی بلاد غیر میں بے شمار روپیہ خرچ کر کے کچھ مشن کھولے ہیں۔ لیکن آپ کو واضح ہو کہ وہ مشن ایک دفتر سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے"۔

احمدیہ مشنوں کے متعلق اس غلط بیانی کی تردید میں خود پیغام صلح ہی کا ایک مضمون پیش کرتا ہوں جو . . . . ان کے گروہ کے ایک معزز رکن شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے نے اپنے دورہ یورپ کے متعلق "ہیگ سے کراچی تک" کے عنوان سے لکھا تھا اس میں وہ لکھتے ہیں۔

"قادیانی جماعت کی طرف سے کوئی درجن بھر مبلغ انگلستان روانہ ہوئے۔ اور وہاں کچھ عرصہ قیام کے بعد یورپ کے مختلف ممالک میں پھیل گئے۔ اس وقت ان کے مبلغ ہالینڈ۔ جرمنی۔ سپین۔ سویٹزرلینڈ میں کام کر رہے ہیں۔ یہ سب ہی پڑھے لکھے اور مخلص نوجوان ہیں۔ اور سات آٹھ سال سے ان ممالک میں رہنے سے مغربی زبانوں سے بھی کما حقہٗ واقف ہو چکے ہیں اور ان میں تحریر و تقریر کی کافی مہارت پیدا کر چکے ہیں . . . ان کی گذشتہ دس سال کی سعی کا ثمر ظاہر ہو رہا ہے ڈچ، جرمن اور انگریزی میں ان کے پاس اچھا خاصہ لٹریچر موجود ہے حال ہی میں ہیگ مشن کی طرف سے قرآن مجید کا ڈچ ترجمہ مع متن شائع ہوا ہے۔ لکھائی چھپائی نفیس اور دیدہ زیب ہے ہمیں بعض مسائل کی تشریح مطالب سے اختلاف ہو لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ یہ ایک ٹھوس کام ہے جو ان کی طرف سے ظہور میں آیا ہے۔ اس کی اشاعت بڑے وسیع پیمانے پر کی جا رہی ہے اور لائبریریوں اور اعلیٰ ڈچ عہدیداروں کو اس کے نسخہ جات پیش کئے جا رہے ہیں۔ ہمارا ڈچ ترجمہ مدت ہوئی نایاب ہو چکا ہے اس وقت مارکیٹ میں قادیانی جماعت کا ہی ترجمہ ہے۔ جس سے ڈچ عوام قرآن سے روشناس ہو سکتے ہیں اس ترجمہ کے علاوہ ان کے پاس کچھ اور لٹریچر بھی ہے ہیگ میں قادیانی جماعت کی کوششوں سے دس بارہ افراد اسلام قبول کر چکے ہیں . . . یہ لوگ اپنی ہمت اور سمجھ کے مطابق اسلام کا پیغام ڈچ لوگوں کو دے جاتے ہیں اوگر گلان ۵۵ سے جہاں ان کے مشن کا دفتر ہے۔ چند منٹ کے فاصلہ پر انہوں نے مسجد کے لئے زمین لے رکھی ہے۔ جس کی تعمیر عنقریب شروع ہو جائے گی اور یہ ہالینڈ میں پہلی مسجد ہوگی"

(اخبار پیغام صلح ۱۷ر جولائی ۱۹۵۷ء)

مذکورہ بالا شہادت کسی غیر از جماعت کے ممبر کی نہیں بلکہ غیر مبایعین کے گروہ کے ہی ایک معزز رکن شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے کی ہے "پیغام صلح" کی اس شہادت کے بعد کسی دوسرے کی شہادت کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس واضح اعتراف حقیقت کے وجود آج خود غیر مبایعین کی طرف سے ہی احمدیہ مشنوں کو ایک دفتر قرار دینا یقیناً ایک صریح غلط بیانی ہے۔ کیا پیغام صلح میں اتنی اخلاقی جرأت ہے کہ وہ اس غلط بیانی کی تردید کرے؟

پانچ سالہ سکیم تعلیمی قرض حسنہ

مجلس شوریٰ ۱۹۵۶ء میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ اول تمام نمائندگان مجلس مشاورت ۱۹۵۶ء پانچ سالہ سکیم تعلیمی قرض حسنہ میں ضرور حصہ لیں۔

دوم:۔ ہر امیر ضلع پر اس امر کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ضلع میں سے آئندہ سال سو افراد اس سکیم میں شامل کرے جو پانچ پانچ روپیہ ماہوار حسب سکیم پنج سالہ قرض تعلیمی مد سکیم مرکز میں جمع کروائیں۔ اگر کسی ضلع میں شامل ہونے والے افراد کی تعداد کم و بیش ہو تو اس نسبت سے کمی بیشی کر کے شمولیت اختیار کی جائے۔

سکیم کا خلاصہ درج ذیل ہے

جماعت کا ہر پیشہ کا فرد مرد ہو یا عورت اس میں حصہ لے سکتا ہے جو کم از کم ایک روپیہ ماہوار یا ۶/ روپے ششماہی بمد سکیم مرکز میں بھیجے۔ ہر نئے سال قسط گھٹا یا بڑھا سکتا ہے اس کی سالانہ جمع شدہ رقم کی اطلاع مرکز سے جاری ہوگی ہر ایک ممبر کو دی جائے گی۔ ہر سال جمع شدہ رقم کا ۴/۵ وظائف پر خرچ ہوگا باقی ۱/۵ کو تجارت پر لگا کر بڑھانے کا اختیار صدر انجمن احمدیہ کو ہوگا۔ کسی ممبر کو پہلے پانچ سال کے دوران میں اپنی جمع شدہ رقم کا کوئی حصہ واپس طلب کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ چھٹے سال ۱/۵ حصہ واپس ملے گا۔ ساتویں سال ۲/۵ اور علیٰ ہذا القیاس دسویں سال ساری رقم بالقایا۔

سکیم کے مندرجہ ذیل حصے ہوں گے اول زمیندارہ۔ قرضہ تعلیم۔ دوم اہل حرفہ کا سوم ملازمین کا۔ چہارم مستورات کا۔ اور پنجم مختص بالذات۔ اول، دوم، سوم کا یونٹ ضلع ہوگا یعنی ایک ضلع کی آمد اسی ضلع کے اسی پیشہ کے امیدوار پر خرچ ہوگی۔ چہارم و پنجم کا یونٹ صوبہ ہوگا۔ مستورات کی طرف سے آمد مستورات پر ہی اسی صوبہ پر خرچ ہوگی اور جو احباب پچاس روپے ماہوار پانچ سال تک جمع کرائیں گے۔ ان کی رقم سے جاری شدہ وظیفہ ان کے نام پر ہوگا اور مختص بالذات کہلائے گا

یہ وظائف میٹرک کے بعد کی تعلیم کے لئے جاری ہوں گے۔ ممبران بطور قرضہ دیں گے ان کی رقم پراویڈنٹ فنڈ کے طریق پر جمع ہوتی رہے گی اور وظائف لینے والے طلباء حسب قواعد نظارت تعلیم سے بطور قرضہ حسنہ وظائف لیں گے۔

نمائندگان مجلس شوریٰ کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اس سکیم میں حسب حیثیت شامل ہوں اور رقم بھجوائیں اور نظارت کو اطلاع دیں۔

امراء صاحبان کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اپنے ضلع میں سے حسب فیصلہ شوریٰ مقررہ تعداد احباب کو سکیم میں شامل کرنے کی کوشش فرمائیں اور جلد از جلد اس سکیم کو کامیاب بنا کر عنداللہ ماجور ہوں

ناظر تعلیم ربوہ

اعانت الفضل

محترمہ عائشہ خاتون صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری محمد یعقوب صاحب ریٹائرڈ انسپکٹر کواپریٹو سوسائیٹز۔ پریزیڈنٹ جماعت احمدیہ کوکھووال چک ۱۲۱ جھنگ برانچ ضلع لائلپور نے مبلغ تیس۳۰ روپے بطور صدقہ جاریہ اعانت الفضل میں عطا کئے ہیں۔ خدا تعالیٰ محترمہ موصوفہ کے اس صدقہ کو قبول فرمائے اور ان پر اور ان کی اولاد پر اپنی برکتیں اور فضل نازل فرمائے اور ہر شر سے محفوظ رکھے۔

ان سے پہلے محترمہ کے خاوند محترم پانچ مستحق اشخاص کے نام خطبہ نمبر جاری کرا چکے ہیں۔ احباب اس خاندان کے لئے دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ اپنی رحمتوں سے ان کو نوازے ان کے بچے تعلیم پا رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ انہیں ہر مرحلہ پر کامیابیاں عطا فرمائے آمین۔

(مینیجر روزنامہ الفضل)

درخواستہائے دعا

(۱) بندہ اپنے مقدمہ کی وجہ سے احباب کی دعاؤں کا محتاج ہے۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس مقدمہ سے مجھے نجات بخشے اور خادم دین بنائے۔ آمین

لطیف احمد مکان نمبر ۱۰۴ محلہ فیض آباد منٹگمری

(۲) میرا مقدمہ ہائی کورٹ میں پیش ہے۔ عزیز و اقارب و احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ خداوند کریم کامیابی عطا کرے آمین۔ محمود احمد جوگن شاہ پشاور

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کا ضروری ارشاد

"اگر ہمت کرو گے تو مبلغ مسلح ہو کر باہر جائیں گے۔ ان کے ساتھ قرآنی تفسیر کے ذخائر ہوں گے۔ جن سے قلوب کو فتح کیا جا سکتا ہے اور اس میں کیا شبہ ہے کہ قرآنی گولہ بارود کے سامنے کوئی قلعہ نہیں ٹھہر سکتا۔ ہمارا کام ہے کہ یہ گولہ بارود مبلغین تک پہنچائیں اور تمہارا کام ہے کہ تم اس میں مدد دو۔ اگر تم اس وقت قربانی کرو گے اور سستیاں دور کر دو گے تو ہمیں اس قابل بنا دو گے کہ مبلغین کو سامان کثرت سے دیں تا تبلیغ کا دائرہ وسیع کیا جا سکے"

(مہتمم تحریک جدید خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

نعمت خانصاحب مرحوم آف کریام

میرے ماموں میاں جی نعمت خانصاحب بروز ۸ نومبر ۱۹۵۶ء بروز جمعرات بوقت ۲ بجے بعد دوپہر اچانک احمد نگر (متصل ربوہ) میں رحلت فرما گئے۔ آپ کا جنازہ اگلے روز بعد نماز جمعہ ربوہ میں پڑھا گیا اور بعدہٗ آپ کو بہشتی مقبرہ میں صحابہ کے خاص قطعہ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیم صحابہ میں سے تھے ۱۹۰۳ء میں بیعت کی اور حضور کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ اس وقت سے لے کر آخر تک جلسہ سالانہ میں باقاعدہ شرکت کرتے اور دیگر تقاریب میں بھی شامل ہو کر حضور کے ارشادات عالیہ سنتے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی ذات مبارک سے آپ کو خاص عقیدت تھی۔ ارکان اسلام کی بڑی سختی سے پابندی کرتے۔ نماز تہجد باقاعدگی سے ادا کرتے رہے آپ نے تحریک جدید کے مالی جہاد میں باقاعدہ حصہ لیا۔ اور اپنی جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کی۔ اس کے مطابق حصہ آمد باقاعدہ مرکز میں بھجواتے رہے

احادیث نبویؐ سے بھی خاص شغف تھا۔ اپنی روزمرہ کی گفتگو میں احادیث بیان فرماتے دین کی اشاعت میں ہمیشہ کوشاں رہتے۔ دنیاوی کاموں کے مقابلہ میں دینی کاموں کو ترجیح دیتے علاقہ غیر بابل میں آپ نے مسلسل ایک ماہ تک تبلیغ کی اور پاپیادہ سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے پیغام حق کو متلاشیان صداقت تک پہنچایا۔ جماعت احمدیہ کریام کے ایک معزز فرد تھے ایک لمبے عرصہ تک مقامی جماعت کے سیکرٹری تعلیم [illegible] رہے اور اطفال کے مربی رہے۔ اور ان میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔ اس کے علاوہ جماعت کے تربیتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔

آپ کی ہمشیرہ کی شادی والد صاحب محترم حضرت حاجی غلام احمد صاحب مرحوم امیر جماعت احمدیہ کریام سے ہوئی۔ آپ نے اپنی عمر کا آخری حصہ احمد نگر میں گزارا جہاں آپ اراضیات کے انتظام و انصرام کے سلسلہ میں مقیم تھے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر تقریباً ستر سال تھی۔ آپ نے پیچھے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

دوست دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ مرحوم کی مغفرت کرے اور جنت الفردوس میں بلند درجات عطا فرمائے۔ آمین

احمد الدین خاں (بی۔ اے)
چک ۱۰۹ گ۔ب ضلع لائلپور

اعلان گمشدہ رسید بک

رسید بک ۳۳۱؍ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ۔ جماعت احمدیہ کراچی کے حلقہ صدر کے سیکرٹری مال سے مورخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۵۶ء کو راستہ میں کہیں گر کر گم ہو گئی ہے۔ رسید بک ہذا کی آخری رسید نمبر ۴۸ مورخہ ۱۳ دسمبر کو کاٹی گئی تھی۔ لہٰذا احباب کی خدمت میں اطلاع دی جاتی ہے کہ وہ اس رسید بک پر کسی قسم کا چندہ نہ دیں۔ اگر کسی دوست کو اس رسید بک کے متعلق علم ہو تو نظارت ہذا کو مطلع فرمائیں۔

ناظر بیت المال ربوہ

وصایا

وصایا منظوری سے قبل اسلئے شائع کی جاتی ہیں تاکہ اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو تو وہ دفتر کو اطلاع کر دے۔ (سیکرٹری مجلس کارپرداز ربوہ)

نمبر ۱۴۱۶ میں سلطان محمد خاں ولد حافظ نصر محمد خاں دہلوی مرحوم قوم پٹھان پیشہ ملازمت عمر ۴۲ سال تقریباً تاریخ بیعت ۱۹۳۵ء ساکن حال مقیم منڈی حاصل پور ڈاکخانہ حاصل پور ضلع بہاولپور صوبہ مغربی پاکستان بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸ جولائی ۱۹۵۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری اس وقت منقولہ و غیر منقولہ کوئی جائداد نہیں ہے۔ میری اس وقت آمد بذریعہ ملازمت مبلغ -/۷۹/- روپے ماہوار ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان کرتا رہوں گا۔ نیز میرے مرنے کے وقت جس قدر جائداد ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ العبد:۔ سلطان محمد خان انچارج ویٹرنری ہسپتال منڈی حاصل پور ضلع بہاولپور گواہ شد:۔ مرزا محمد سیف اللہ خاں فاروق ٹیچر ہائی سکول منڈی حاصل پور۔ گواہ شد:۔ سید ولایت شاہ انسپکٹر وصایا کارکن صدر انجمن احمدیہ ربوہ

نمبر ۱۴۳۴ میں شمیم احمد خالد ولد چوہدری غلام رسول صاحب قوم جٹ پیشہ ملازمت عمر ۲۰ سال پیدائشی احمدی ساکن کالس ڈاکخانہ ناگڑیاں ضلع گجرات صوبہ مغربی پاکستان بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۶/۵۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت کوئی منقولہ یا غیر منقولہ جائداد نہیں ہے۔ گورنمنٹ کی طرف سے -/۱۲۰ روپے ماہوار ملتے ہیں جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں اور یہ روپیہ ماہ بماہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ ربوہ کرتا رہوں گا۔ اگر آئندہ بھی کوئی جائداد پیدا کروں تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی اور میری وفات کے وقت جو جائداد ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ ربوہ ہوگی۔

العبد:۔ شمیم احمد خالد
گواہ شد:۔ محمد اسلم خاں کراچی
گواہ شد:۔ شیخ رفعت عنان کراچی

نمبر ۱۴۴۹ میں امام بی بی زوجہ چوہدری عبد الستار قوم جٹ پیشہ خانہ داری عمر ساٹھ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۰ء ساکن گھر پیر ڈاکخانہ منصور ضلع لاہور صوبہ مغربی پاکستان بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۴/۱۱/۵۶ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائداد حق مہر مبلغ چھ صد روپے ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتی ہوں۔ نیز میرے مرنے کے وقت جس قدر بھی میری جائداد ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ ربوہ ہوگی۔

الامتہ:۔ نشان انگوٹھا امام بی بی زوجہ چوہدری عبد الستار گواہ شد:۔ عبد الستار خاوند موصیہ مذکورہ بقلم خود۔ گواہ شد:۔ ولایت شاہ انسپکٹر وصایا۔ کارکن صدر انجمن احمدیہ ربوہ۔

نمبر ۱۴۹۳ میں رحمت بی بی بیوہ الٰہی بخش قوم ڈھول جٹ پیشہ خانہ داری عمر ۵۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۳۰ ساکن بھارت نگر لاہور ڈاکخانہ خاص ضلع لاہور بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۱/۱۱/۵۶ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائداد اس وقت مبلغ یکصد روپیہ نقد جو کہ بذمہ میرے فرزند حقیقی مطیع اللہ کے پاس جمع ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتی ہوں۔ نیز اس کے علاوہ آمد ماہوار مبلغ عہ بذریعہ مزدوری ہوتی ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ کرتی رہوں گی۔ نیز میرے مرنے کے وقت جس قدر جائداد ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔

الامتہ:۔ نشان انگوٹھا رحمت بی بی بیوہ الٰہی بخش صاحب مرحوم بھارت نگر مکان ۱۲ گلی ۲ لاہور۔
گواہ شد:۔ مستری شاہ دین بقلم خود باغبانپورہ لاہور
گواہ شد:۔ مطیع اللہ بقلم خود شاہ نواز سٹریٹ ۳۲ مکان ۲ جی ٹی روڈ باغبانپورہ لاہور ۱۱/۵۶

نمبر ۱۴۸۷ میں نگینہ جبیں زوجہ محمد یار بلوچ واقف زندگی قوم چغتائی پیشہ خانہ داری عمر ۱۹ سال پیدائشی احمدی ساکن گوجرہ ڈاکخانہ گوجرہ ضلع لائلپور صوبہ مغربی پاکستان بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲/۵۶ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں میری جائداد اس وقت حق مہر مبلغ ایک ہزار روپیہ جو کہ بذمہ خاوند ہے۔ زیور طلائی وزنی اکیس تولہ قیمت بحساب -/۱۱۲ روپے فی تولہ کل قیمت -/۲۳۵۲ کل میزان -/۳۳۵۲ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتی ہوں نیز میرے مرنے کے وقت جو اس کے علاوہ جائداد ثابت ہو اس کی بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔

الامتہ:۔ نگینہ جبیں بقلم خود
گواہ شد:۔ غلام معین الدین چغتائی مکان ۳ نظام سٹریٹ ۳ کرم آباد لاہور
گواہ شد:۔ ولایت شاہ انسپکٹر وصایا کارکن صدر انجمن احمدیہ ربوہ

نمبر ۱۴۸۶ میں صغراں بیگم زوجہ صادق احمد قوم ارائیں پیشہ خانہ داری عمر ۴۲ سال پیدائشی احمدی ساکن دریا خان مری۔ ڈاکخانہ خاص ضلع نوابشاہ صوبہ مغربی پاکستان۔ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۹/۱۹/۵۶ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائداد اس وقت حق مہر مبلغ پانچ صد روپے ہے۔ جو کہ میں خاوند سے وصول کر چکی ہوں۔ زیور طلائی پانچ تولہ جس کی قیمت -/۵۲۵ روپے دو عدد بھینس جن کی قیمت ایک ہزار روپیہ صرف کل میزان مذکورہ رقم -/۲۵۲۵ روپے ہیں اس کے ۱/۶ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتی ہوں نیز میرے مرنے کے وقت مذکورہ جائداد کے علاوہ اور کوئی جائداد ثابت ہو تو ۱/۶ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ الامتہ:۔ نشان انگوٹھا صغراں بیگم
گواہ شد:۔ محمد اسمٰعیل شاکر بقلم خود
گواہ شد:۔ سید ولایت شاہ انسپکٹر وصایا کارکن صدر انجمن احمدیہ ربوہ۔

نمبر ۱۴۱۲ میں مریم بیگم زوجہ بشیر احمد قوم قریشی صدیقی پیشہ خانہ داری عمر ۳۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۳۶ء ساکن قلعہ لچھمن سنگھ لاہور ڈاکخانہ لاہور ضلع لاہور صوبہ مغربی پنجاب پاکستان بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج تاریخ ۳/۹/۵۶ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائداد مبلغ -/۲۰۰ روپے حق مہر بذمہ خاوند ہے۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان مد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔ اگر میں اسکے علاوہ اور کوئی جائداد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے کے وقت جس قدر میری جائداد ہوگی اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اس وقت میری کوئی جائداد منقولہ و غیر منقولہ نہیں ہے۔

الامتہ:۔ نشان انگوٹھا:۔ مریم بیگم موصیہ قلعہ لچھمن سنگھ گلی نمبر ۲۰ مکان ۲ لاہور۔ گواہ شد:۔ بشیر احمد خاوند موصیہ۔
گواہ شد:۔ فقیر احمد موصی ۳۶۲۳ برادر موصیہ مذکور

یہ بستر کس کا ہے؟

نعمت اللہ صاحب سیکرٹری مال چک ۸۹ ج۔ ب رتن ڈاک خانہ سرشمیر روڈ ضلع لائلپور نے اطلاع دی ہے کہ مورخہ ۲۹/۱۲/۵۶ کو لائلپور سے جلسہ سالانہ سے واپس آنے والے دوستوں کا ایک بستر ملا ہے۔ لہٰذا جن دوستوں کے بستر اس موقعہ پر گم ہوگئے ہیں انہیں چاہیئے کہ نعمت اللہ صاحب موصوف کو تفصیل بتلا کر دریافت کر لیں۔ اور پھر ان سے وصول کر لیں۔

(ناظر امور عامہ ربوہ)

حضرت مفتی محمدؐ صادق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر

جماعت احمدیہ راولپنڈی کی قرارداد تعزیت

حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خبر کل راولپنڈی میں ساڑھے پانچ بجے شام کے قریب موصول ہوئی فوراً ہی جماعت کا ایک غیر معمولی اجلاس منعقد کیا گیا جس میں حضرت مفتی صاحب رضی اللہ عنہ کی وفات پر دلی رنج والم کا اظہار کرتے ہوئے حسب ذیل قرارداد منظور کی گئی نیز حضرت مفتی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تجہیز و تکفین میں شرکت کی غرض سے مکرم ڈاکٹر مہر محمد صاحب قریشی صدر حلقہ نمبر ۵ کو جماعت راولپنڈی کے نمائندے کی حیثیت سے ربوہ بھجوایا گیا۔

"حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات حسرت آیات پر جو جماعت کے لئے عظیم صدمہ ہے۔ جماعت راولپنڈی حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے غم میں شریک ہے اور دعا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ اور آپ کے جملہ متعلقین پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔ اللہ تعالیٰ جماعت کو مرحوم کے نقش قدم پر چلنے اور فدائیت کا نمونہ پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے — اور اس خلا کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو اس پاک صحابی کی وفات پر پیدا ہوا ہے"

امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی

لیڈر (بقیہ صفحہ ۲)

ہمیشہ کے لئے مٹ سکتا ہے۔ مگر مشکل تو یہ ہے۔ کہ دنیا کے سامنے اس کو کون پیش کرے۔ جن کو یہ نعمت یہ امانت دی گئی ہے۔ کہ وہ اس کو دنیا میں تقسیم کریں۔ ان کا اپنا یہ حال ہے۔ کہ خانہ خدا پر فساد فی الارض تک کر گزرتے ہیں۔ نہ صرف مسجدوں پر خون خرابہ کرتے ہیں۔ بلکہ محض عقائدی اختلاف کی وجہ سے انہیں آگ تک بھی لگا دیتے ہیں۔ آخر رپورٹ میں آپ نے پڑھا ہی ہوگا۔ کہ اسی ضلع لائل پور میں مسجد جلا بھی دی گئی تھی۔

آخر میں ہم وہ بات عرض کرتے ہیں۔ جو معاصر کے مقالہ میں موجود ہے۔ اور جس کو ہم صحیح جذبات نہیں کہہ سکتے۔ اور وہ یہ ہے کہ یہ مقالہ زیادہ تر بریلویوں کے عقائد پر طعن و تشنیع پر مشتمل ہے۔ مثال کے طور پر ایسی تلخ باتیں کہہ ڈالی گئی ہیں:

"اس ملک کے بریلوی حضرات کی "خدمات" پر ایک نگاہ ڈالئے اور پھر دیکھئے۔ کہ ان کی تگ و تاز مجاہدانہ کس منزل میں ہے؟ آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا۔ کہ عقل فروشوں کا یہ گروہ آج کل اہلحدیث کی مساجد پر قبضہ و تسلط کے لئے جہاد فرما رہا ہے۔ ....

ملک اس وقت کئی مصیبتوں سے دوچار ہے۔ لیکن ان لوگوں کو قل۔ ساتویں دسویں۔ گیارہویں، چالیسویں۔ ختم۔ فاتحہ، قبروں پر نذر و نیاز اور عرسوں اور میلوں کی ہماہمی اور گہماگہمی سے فرصت نہیں۔ اگر ان اہم امور کی انجام دہی سے کچھ وقت مل بھی جائے تو اس کا بہترین مصرف ان کے نزدیک یہ ہے کہ اس میں دیوبندیوں اور اہلِ حدیثوں کی مسجدوں پر قابض ہونے کی سکیمیں تیار کی جائیں۔ مالکم کیف تحکمون؟

جس جماعت جس ادارہ اور جس گروہ کی علمی رسائیوں۔ دماغی صلاحیتوں اور عملی مصروفیتوں کا یہ عالم ہو اور اپنے گردوپیش کے حالات سے اتنا بے خبر ہو اس کا خدا حافظ!!"

ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ معاصر نے بریلیوں کے متعلق ایسے سخت الفاظ لکھ کر اپنے تمام مضمون پر پانی پھیر دیا ہے جب آپ دوسروں کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کریں گے تو وہ یقیناً اس سے بھی بڑھ کر آپ کے خلاف استعمال کریں گے اور ان کی کوئی کمی نہیں ہے جیسا کہ گذشتہ جھگڑوں سے واضح ہوتا ہے۔

اگر معاصر اپنے مقالہ میں یہ الفاظ نہ لکھتا تو واقعی اس کا اثر بہت زیادہ ہوتا اور سمجھا جاتا کہ وہ صحیح اتحاد و اتفاق کی اپیل کر رہا ہے۔ مگر ان الفاظ نے مضمون کا سارا اثر زائل کر دیا ہے:

بشیر احمدؐ رازی کا بیان مضحکہ خیز ہے

حقیقت پسند پارٹی کے صدر کے بیان پر معتمد مجلس خدام الاحمدیہ کا تبصرہ

ربوہ ۱۳ر جنوری بعض اخبارات میں بشیر احمد رازی صدر حقیقت پسند پارٹی کی طرف سے یہ بیان شائع ہوا ہے کہ سیدنا و امامنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی امام جماعت احمدیہ نے جلسہ سالانہ کے موقع پر خلیفہ کے جس طریق انتخاب کو بیان فرمایا ہے۔ اسکو حقیقت پسند پارٹی قبول نہیں کرتی۔

ابو المنیر مولوی نور الحق صاحب معتمد خدام الاحمدیہ مرکزیہ و قائد خدام الاحمدیہ ربوہ نے بشیر احمد رازی کے اس بیان کو مضحکہ خیز قرار دیتے ہوئے کہا ہے۔ کہ حقیقت پسند پارٹی کا ان کے اپنے اعلانات کے مطابق احمدیت سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کے جنرل سیکرٹری ملک راحت کا بیان ۱۴ر اکتوبر ۱۹۵۶ء کے اخبار نوائے پاکستان میں شائع ہو چکا ہے کہ وہ احمدیت سے لاتعلق ہیں۔ اور احمدیت سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اسی طرح بشیر احمد رازی کا جو بیان نوائے پاکستان ۸ر اکتوبر ۱۹۵۶ء میں شائع ہوا ہے۔ اس میں یہ ذکر ہے کہ وہ خلافت اور نظام جماعت احمدیہ کو تسلیم نہیں کرتے۔ اسی طرح سے حقیقت پسند پارٹی بناتے وقت جو اعلان کیا گیا تھا اس سے بھی واضح ہے کہ بشیر احمد رازی خود بھی احمدی نہیں اور یہ کہ انہوں نے اس پارٹی کے ممبر ہونے کے لئے یہ قید نہیں رکھی کہ وہ احمدی ہو۔ پس ان لوگوں کا صدر ہونے کی حیثیت سے جن کا احمدیت سے کوئی تعلق نہیں یہ اعلان کرنا کہ وہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے بیان کردہ طریق انتخاب کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں مضحکہ خیز ہے۔ کیونکہ مخالفین سے اس کے سوا اور کیا توقع ہو سکتی ہے۔ کیا ہم ہندو۔ سکھ اور عیسائیوں سے یہ توقع رکھ سکتے ہیں کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت اور آپ کی بیان کردہ باتوں کو مانیں۔ اگر کوئی ہندو۔ سکھ اور عیسائی یہ اعلان کرے کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو تسلیم نہیں کرتا۔ تو اس کا یہ بیان مضحکہ خیز ہوگا۔ کیونکہ ہر مخالف سے یہی توقع کی جاتی ہے کہ وہ مخالفت کرے

بات تب قابل توجہ تھی جب کہ مبائعین کی جماعت سے کوئی ایسے دوست ہوتے جو یہ کہتے کہ ان کو حضرت امام جماعت احمدیہ کا بیان کردہ طریق انتخاب خلافت منظور نہیں۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ ایسا کوئی شخص موجود نہیں۔ اسلئے ایسے لوگوں کی طرف سے جن کا احمدیت سے تعلق نہیں اور وہ خود احمدیت سے اپنے آپ کو خارج کر چکے ہیں۔ یہ کہنا کہ ان کو حضرت امام جماعت احمدیہ کا بیان کردہ طریق انتخاب خلافت منظور نہیں۔ نہایت مضحکہ خیز ہے نیز نوائے پاکستان ۱۳ر جنوری کی یہ خبر بھی افتراء ہے کہ حضور ایدہ اللہ کی تقریر کے بعد حاضرین نے چہ میگوئیاں کیں اور اس کو تنقید کا ہدف بنایا۔ بلکہ اس کے خلاف حقیقت یہ ہے کہ تمام احمدیوں نے متفقہ طور پر اس طریق کو دل سے پسند کیا اور اس پر اطمینان کا اظہار کیا ہے۔